

اخبار و افکار

وقائع نگار

۱۳ مئی ۱۹۴۱ء کو صبح ۹ بجے سرور شہید (نشان حیدر) گورنمنٹ کالج کو جہان کا تیسرا جلسہ تقسیم اسناد و الغات منعقد ہوا۔ ڈائریکٹر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ جناب ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی مہمان خصوصی تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا خطبہ صدارت طلبہ اور اہل علم کے لئے سراپا دعوت فکر و عمل تھا۔ قاریتی فکر و نظر کیلئے پورا خطبہ پیش کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
حامد او مصلیا و مسلما۔

مکرم و محترم ڈاکٹر غوری، عزت مآب اراکین انتظامیہ، معزز حاضرین اور عزیز طلبہ و طالبات! آپ کے کالج کی تاریخ میں یہ مبارک و مسعود دن بڑی اہمیت کا مالک ہے۔ تقسیم اسناد کی اس تقریب میں آپ لوگوں کی شمولیت اس بات کی شاہد ہے کہ یہ نئے سنیافتہ فرزندِ وطن آپ کی موجودگی میں علم و عمل کی ذمہ داریاں اپنے اوپر لازم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہمت و استقلال عطا کرے کہ وہ اپنے فرائض بوجہ احسن ادا کر سکیں، اور ہم سب کو اپنی بے پایاں رحمتوں و نعمتوں سے نوازے۔ اور ان نوجوان طلبہ و طالبات کو جو حصولِ علم میں کوشاں ہیں، ایسی ہی نمایاں کامیابی عطا کرے۔ آمین۔

دنیا کی تاریخ میں بیسویں صدی مسیحی نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ایک طرف انسانی علوم کا کمال، تجربی علوم کا منتہائے عروج، عقل انسانی کی بے مثال ترقی ہے تو دوسری طرف اخلاقی برائیوں کی فراوانی، نئے نئے حوادثات کی بولمونی، انسانیت سوز حرکتوں کی بہتات، بربریت و سفاکی کی بدترین مثالیں، بے گناہوں اور معصوموں کا قتل عام، ظلم و فساد کا دور دورہ اور ہلاکت و بربادی کے دلخراش مناظر کچھ کم نمایاں نہیں۔ اس تہذیب و تمدن سے کیا حاصل جب انسان مسکھ چین سے زندگی نہ گزار سکے لوگوں کی بے جا دست درازی اور ظلم و تعدی سے نہ بچ سکے۔ اس سلطنت و

حکومت سے کیا فائدہ، جس کی قلمرو میں گداگری پیشہ بن جائے، اور دستِ سوال دراز کرنا فن ٹھہرے۔ اس قومی راگ سے کیا حاصل جس کی آواز دوسری اقوام کے افراد کی موت و بربادی کا پیغام دے۔ ان نظریوں کا کیا فائدہ جن کا مقصد دوسروں کی فکری آزادی کو سلب کر لینا ہو، اور ان (وکار کی معقولیت کیونکہ تسلیم کی جاسکتی ہے، جن کا مال استحصال ہو، دوسروں کے حقوق کی پامالی ہو، رواداری اور ہمدردی کا فقدان ہو، اشیاء و قربانی کی جگہ خود غرضی اور مقصد براری ہو۔

اس میں شبہ نہیں کہ آج انسان کا دائرہ کار شش جہات کو محیط ہے، دنیا کی وسعت تنگی میں بدل چکی ہے۔ انسان اس جدوجہد میں ہے کہ قمر کی طرح مرتج کو بھی مسح کر لے اور دوسرے سیاروں پر بھی اپنا تسلط جمائے، اپنے اس نشے میں انسان ایسا سرشار ہے کہ اس کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اس مہم کے بیجا اخراجات سارے عالم کو تہ و بالا کر سکتے ہیں۔ چند نفوس کی آرزوں کی تکمیل کے لئے سارے جہان کو قربان کرنے میں بھی انسان کو تامل نہیں۔ آج کا انسان ترقی، اخلاص اور بے غرضی کا علم بردار بنتے ہوئے بھی ضبط و ولادت نسل کشی جیسے بیسیوں منصوبوں پر تن من دھن سے محنت کر رہا ہے، مگر اسے یہ توفیق نہیں ہوتی کہ بیجا اور تخریبی تجربات پر جو کچھ دولت و ثروت اور عظیم اندرونی اور بیرونی طاقت و قوت بیدریغ ضائع کر رہا ہے، اس سے احتراز کرے اور نام نہاد بین الاقوامی تعاون و ہمدردی کے نام پر اقوامِ عالم کو استحصالی منصوبہ بندیوں کا مزید شکار نہ بنائے، اور اپنے ناشائستہ کردار سے عظمت و تقدس کے حامل الفاظ مثلاً جمہوریت، لادینی تعلیم اور بین الاقوامی تعاون و ہمدردی وغیرہ کو مزید بدنام نہ کرے۔ گزشتہ دو صدیوں کی تاریخ گواہ ہے کہ ان بابرکت الفاظ کے نام پر جن خونریزیوں اور سفاکانہ بربریتوں کا مظاہرہ کیا جاتا رہا ہے وہ انسانیت کے لئے نہایت شرمناک اور تاریخ انسانیت کا بدترین باب ہے۔

مغربی تہذیب و ثقافت کے علمبرداروں اور لادینی تعلیم کے حامیوں کو حالیہ مشرقی پاکستان کی سفاکانہ خونریزیوں سے سبق لینا چاہیے کہ جمہوریت، انسانیت اور علمیت کے شیدائی حیوانیت کے کس بدترین درجے تک گر سکتے ہیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ مذہب کے نام پر جتنا خون بہایا گیا ہے آج تک کسی دوسرے مسئلے پر اتنا خون نہیں بہایا گیا، لیکن مشرقی پاکستان

کا ساختہ دین کے نام پر نہیں بلکہ اپنی حریت کے تحفظ کے نام سے دوسروں کی حریت و فکری آزادی کو بدترین طریقے سے کچلنے کا مظاہرہ تھا، اور یہ مظاہرے اپنے ہی مہجائی بندوں کے خلاف ایسے بدترین تھے کہ شرک و جہالت والے بھی انگشت بدندان اور سر بجریاں ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان جگر خراش حقائق کے دہرانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان اس عالم کون و مکان میں اپنی بے پایاں سطوت و تسخیری قوت کے باوجود موت سے گلو خلاصی حاصل نہیں کر سکتا، اور قضائے الہی کے آگے بالکل عاجز و درماندہ ہے۔ اپنی تجربہ گاہوں میں ایک سائنس دان ہر وقت اللہ کی نعمی مخلوق کو مارنے اور مختلف ہیتوں میں تبدیل کر کے ان کے حشر و نشر کا تماشا کرتے رہنے کے باوجود یہ کس قدر حیران کن امر ہے کہ انسان اپنی عاجزی و ناچاری کو دیکھتے ہوئے بھی موت کے بعد کی زندگی کو نہ سمجھے اور غفلت میں ذہنی اور عقلی شعبہ بازی کا شکار بنا رہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار لے عقل و بصیرت والو عبرت حاصل کرو۔

مغربی ثقافت نیز مغرب سے نشر و اشاعت پانے والے نظریوں کے دلچسپ و دلآویز حیات کی مادی تصاویر اور قناعت سے نا آشنا ترقی پذیر اقوام کی ترقی یافتہ دلفریب زندگی کے افسانے ہمارے آگے ہیں، لادینی تعلیم و تربیت حاصل کرنے والے انسانیت و جمہوریت کے شیدائی بعض پاکستان کے اخلاق سوز کردار اور سفاکانہ مظالم کے مرتعے ہمارے پیش نظر ہیں، کیا اب بھی ہم اہل پاکستان اللہ اکبر کی جگہ ”جے بنگلہ اور جے سندھ“ جیسے ناپاک نعروں کا خیال بھی دل میں لا سکتے ہیں اگر نہیں اور یقیناً نہیں لا سکتے، تو آؤ، اے قوم کے نئے رضا کارو! اور اے علم و دانش کے نئے سند پانے والو! اللہ اکبر کے نعروں کے مفہوم پر غور کریں اور اندازہ لگائیں کہ اس کلمہ حق کے نعرہ لگانے والے کس کس انسانی خدمتوں کے ادا کرنے کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔

اللہ کو اپنا خالق ماننے والے یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک اور کیسا ہے اور ساتھ ہی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری رسول ہیں، جن پر دین الہی اسلام کی تکمیل کے لئے قرآن پاک نازل ہوا، جس کے احکام کو سمجھنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت سکھائی اور اپنے اسوۂ حسنہ اور اقوال و افعال سے قرآن پاک کے احکام و تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا گر سکھایا۔ آج اگر ہم قرآن پاک کو سمجھنا

چاہتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ان کے اسوۂ حسنہ کے بغیر صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے۔ آپ نے اسی کتاب الہی کی تعلیمات کی روشنی میں ایک ایسے معاشرے کو جنم دیا جس میں مہاجرین و انصار میں، نئے اور پرانے اسلام قبول کرنے والوں میں کوئی تمیز نہ رہی، امیر و غریب کا تفرق نہ رہا، عقل و علم، دولت و جاہ میں اللہ بزرگ و برتر کی عنایتوں کے اس معاشرے کے افراد بلاشبہ امتیاز رکھتے تھے، مگر آپس میں ایسے بھائی بھائی اور ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے تھے جیسے حقیقی بھائی ہوں جن میں صرف بڑے اور چھوٹے ہونے کا فرق تھا۔ بڑے چھوٹوں کے ساتھ محبت و ہمدردی، خلوص و نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اور چھوٹے بڑوں کا نہایت ادب و احترام کیا کرتے اور ان کے آپس کے برتاؤ سے ہر طرف سکون و راحت کا سماں تھا۔

سرزمین عرب کی مختلف سمتوں کو جب یہ عرب مسلمان پہنچے تو ان کی شان نرالی تھی۔ حقانیت کے یہ علمبردار اپنی خصوصیتوں کی وجہ سے مصر و افریقہ سے لے کر اندلس و یورپ تک چھانکے مشرق میں ایران و افغانستان اور ترکستان ہوتے ہوئے دیوار چین تک جا پہنچے اور اسی اعلا کلمۃ الحق اور اللہ اکبر کے نام سے ہر طرف اپنا سکّہ چلانے لگے، یورپ، اطالیہ اور سسلی وغیرہ کے عیسائی بادشاہوں کو انھوں نے اپنی ثقافت و تمدن کا گرویدہ بنایا۔ سارے اقوام عالم ہند سے لے کر اندلس تک اسلامی علوم و فنون سے ایسے متاثر ہوئے کہ ان کو اپنے لئے باعث عزت و اکرام سمجھنے لگے۔ ہندی، ایرانی، یونانی اور مصری علوم سے مسلمانوں نے تجربی علوم میں واقفیت پیدا کر کے ان سارے علوم میں اجتہادی شان پیدا کی، اور اپنی جولانی مطبع کے نشانات چھوڑے انہیں کے دکھائے ہوئے داستانوں پر گامزن ہو کر اقوام یورپ ان علوم میں اپنی جدوجہد کے برابر دن دوئی رات چوگنی ترقی کرتے ہوئے آج سارے عالم کے استاد اور رہنما بن بیٹھے ہیں۔ خصوصاً اسلامی ممالک کے مسلمان آج مغربی ثقافت سے اس قدر متاثر نظر آتے ہیں کہ ان میں سے اکثر اہل اسلام خود اسلامی ثقافت کو چھوڑ کر اپنی اپنی وطنی ثقافت و تہذیب کو اپنے لئے طرہ امتیاز سمجھنے لگے ہیں۔ چنانچہ مصر میں فرعونی ثقافت کا ذکر ہے، عراق میں بابلی ثقافت اور ایران میں ساسانی ثقافت اور خود پاکستان میں وادی سندھ اور موہنجودارو کی ثقافت کو فردغ دینے کا میلان روز افزوں ہے۔ ان ثقافتوں کی تاریخی حیثیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے لئے چاہے وہ جس گھٹے کے ہوں، ان مقامی ثقافتوں کی کوئی

دینی اہمیت نہیں۔ البتہ یہ آثار قدیمہ اس لائق ضرور ہیں کہ ان سے عبرت حاصل کی جائے۔
 کہنے کو تو آج بین الاقوامی وحدت و اتحاد کے ترانے ہر طرف گائے جا رہے ہیں۔ اقوام
 عالم کے باہمی تعاون و ہمدردی کی بنیاد پر امدادی معاہدے عمل میں آ رہے ہیں مگر استحصال
 و استبداد کا نشہ اتنا عالمگیر ہے کہ اپنے اپنے اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے ہر قوم بیدریغ
 دولت لٹا رہی ہے تاکہ اپنی ساکھ قائم رکھ سکے اور زیادہ سے زیادہ دوسری اقوام کو اپنی
 مصنوعات کا محتاج اور اپنے افکار و نظریے کا خوگر بنا سکے۔ پس ماندہ اقوام کی سیاسی بیداری
 کے بعد یورپ و امریکا کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا کہ علمی و ثقافتی ذرائع سے
 لوگوں کو تادیر مسحور و مسحربلنے کی کوشش میں سرگرم رہیں۔ دنیا میں تباہ کن ہتھیاروں کی
 ایجاد میں مسابقت کی دوڑ اب بھی جاری ہے اور اس میں جو کثیر دولت بیدریغ لٹائی جا رہی
 ہے، اس نہ خطیر میں یقیناً دنیا بھر کے لوگوں کے حصّے کا کم و بیش سرمایہ برباد کیا جا رہا ہے
 ان ہتھیاروں کے ہولناک تخریبی نتائج ہم جنگ عظیم اول جنگ عظیم ثانی میں دیکھ چکے ہیں
 کہ ساری تاریخ انسانی کی جنگوں کے مجموعی نقصانات اور تباہیاں ایک طرف اور جنگ عظیم اول کی
 تباہیاں ایک طرف۔ اور پھر بھی ہولناکیوں کے اعتبار سے جنگ عظیم کی فوقیت ظاہر ہے بلکہ دونوں
 کے نقصانات میں کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ جنگ عظیم ثانی کی بربادیاں تو جنگ عظیم اول کی
 بربادیوں سے کئی گنا زیادہ ہولناک تھیں۔

غرض دنیا کی تاریخ میں آج تک جتنے اقوام عالم ہمدردی، دوستی و محبت اور انسانیت کے
 بلند دعوؤں کے ساتھ لوگوں کی خدمت کے لئے اٹھے بالآخر اپنے اعمال سے انسانیت کے دشمن اور
 دوستی و محبت کا خون بہانے والے ثابت ہوئے۔ صلیبی جنگ کرنے والے عیسائی، خود عیسائیوں، یونانیوں اور رومیوں
 کا تباہ و برباد کرنیوالے سمجھے جاتے ہیں غیر مسلم چنگیزیوں کے کارنامے اپنی ہولناکی کی آپ مثال ہیں، مگر اسلام
 کے علمبردار اللہ اکبر کا لغو لگانے والے جب سرزمین عرب سے اسلام کی دعوت دینے نکلے تو
 صرف مزاحمین سے نبرد آزما ہوئے اور تاریخ گواہ ہے کہ توحید کے ان پروانوں نے نہ عورتوں،
 بچوں، بوڑھوں اور کمزوروں پر ہاتھ اٹھایا اور نہ کھیتیاں برباد کیں اور نہ پھل دار درختوں کو
 قطع و برید کیا۔ تیرہ صدیوں بعد آج جب مسلمان اسلام کی تعلیمات سے بیگانہ ہو گئے، اور غیر
 اسلامی نظریوں پر عمل پیرا ہو کر لادینی تحریکات اور جمہوریت کے دعوے دار بنے تو خود اپنے ہی

بھائی بندوں کے ساتھ عراق، مصر، شام، اردن، الجزائر میں جو کچھ اپنا تسلط جمائے والے نام نہاد مسلمانوں نے کیا وہ انسانیت کی پیشانی پر نہایت بد نما داغ ہے اور یہ داغ ابھی مٹنے بھی نہ پائے تھے کہ مشرقی پاکستان میں خود پاکستان کے نام نہاد مسلمانوں نے اپنے ہی بھائی بندوں کے ساتھ وہ انسانیت سوز حرکتیں کیں کہ ان کی یاد سے روگئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور شرم و ندامت سے سر ہٹک جاتے ہیں۔ مشرقی پاکستان کا یہ اندوہناک سانحہ نتیجہ ہے ہماری تعلیم کاہوں میں رواج پائے ہوئے غلط نظام تعلیم و تربیت کا، اور لادینی نصاب تعلیم کا، تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ باوجود فضیلت ذاتی کے انسان حیوانیت کے مظاہرے سے کبھی بچ نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنے خالق کا سچا پجاری نہیں بن جاتا اور جب تک کہ وہ اللہ وحدہ لا شریک کے آگے سر نہیں ٹیکتا اور حضرت خاتم النبیین کے اسوہ حسنہ کا متبع نہیں بن جاتا۔

عزیز طلبہ و طالبات !

آپ لوگوں کی بیشال کامیابی پر میں آپ کو پھر مبارکباد دیتا ہوں، اور ساتھ ہی ایک طالب علم کی حیثیت سے یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ علم میں ایک وجہ فضیلت ہے جس کی بدولت انسان اشرف المخلوقات کہلایا اور اس اشرف المخلوقات کے افراد آپس میں ایک دوسرے پر اگر کچھ بھی فوقیت رکھتے ہیں تو وہ اسی علم کی بنا پر، ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولین وحی میں انسان کو پرٹھنے کا حکم دیا اور اپنے دو احسانوں کا ذکر کیا۔ ایک انسان کو پیدا کرنے کا، دوسرے انسان کو علم سے آراستہ کرنے کا۔ پھر اسی علم کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو مسجد ملائک بنایا، اس علم کے حصول پر جس کی سند ابھی ابھی آپ لوگوں نے حاصل کی ہے آپ پر چند فرائض عائد ہوتے ہیں، اگر آپ نے ان فرائض کے ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی کی تو یاد رکھیے یہ علم آپ کے لئے وجہ فضیلت نہیں بلکہ بلائے جان اور سخت وبال ثابت ہوگا اولین فریضہ یہ ہے کہ آپ اس علم کی حفاظت اور اس کی زیادتی کی سعی کریں اور اس لئے یہ ضروری ہے کہ ادب کے حدود کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ ادب کے معنی ہیں ہر چیز کو اس کے اپنے حدود میں رکھنا یہ لفظ نہایت عام فہم اور بظاہر بہت سادہ ہے مگر اس کا مفہوم نہایت عالمگیر ہے، کوئی چیز ادب سے خارج نہیں اس وقت مسلمانوں کا یہ عام وتیرہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اپنے فرائض کی ذمہ داری کو کوئی اپنے سر نہیں لینا چاہتا اور ہمیشہ دوسروں کو مورد الزام بناتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حکومت کے محکمے ہوں یا

لوگوں کے اپنے دفاتر، ہر جگہ ابتری ہے، ذمہ داری کے احساس کا فقدان ہے اور ہر ایک اپنے کردار میں کھوٹا نظر آتا ہے۔ اگر لوگوں میں اس نقص کا احساس پیدا ہو جائے تو پھر نہ معلمین تعلیم دینے سے جی چاہیں نہ طلباء و طالبات تعلیم حاصل کرنے میں کوتاہی کریں، اور نہ سیاست کے مرد میدان قوم کے ان نونہالوں کا وقت برباد کریں اور نہ ان کو اپنی ڈگر سے ہٹا کر دوسروں کی ڈگر پر چلا کر گمراہ بنائیں آج خود اہل علم حضرات بھی نادانستہ طور پر اسی قسم کے استحصال کا شکار ہیں، دوسروں کا کیا کہنا۔

دو تین صدیوں کی اس پرانی روش کو بدلنا کچھ آسان کام نہیں، لیکن مجھے امید ہے کہ یہ عزیز طلبہ و طالبات اس نقص سے آگاہ ہو کر اپنے خالق و پروردگار سے لو لگائیں گے اور اپنے اوقات کو ایک سچے مسلمان کی طرح لہو و لعب اور لال یعنی باتوں میں ضائع نہ کریں گے۔ اسلامی تعلیمات کو اپنانے کی کوشش کر چکے کہیں ایک ایسا نظام حیات ہے جو محبت و اخوت، مساوت و ہمدردی، آسائش و عبادت کا عملی مظاہرہ پیش کرتا ہے۔ اور تفریحی مشاغل سے بھی احتراز کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلئے کہ دنیا میں کوئی تفریح میں مشغول ہے تو کوئی اپنے غم و اندوہ میں مبتلا ہے۔ انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے اور مسلمانوں کے آداب میں یہ داخل ہے کہ وہ غمگین و غمگسار کی ہمدردی کرے اور اپنا دل بہلانے میں نہ لگ جائے۔ اسلام تو اسی کھیل کود کی اجازت دیتا ہے جس سے حفظانِ صحت میں مدد ملتی ہے اور جو ملکی دفاع کے لئے ضروری ہے تعلیم کا مقصد یہی ہونا چاہیے کہ اپنی زندگی کو دوسروں کے لئے وقف کر دے، کسی کو ایذا نہ پہنچائے اور اپنے کردار کا ایسا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرے کہ دوسرے لوگ اس کو دیکھ کر رہنمائی حاصل کریں۔ حق و باطل میں تمیز کریں، حق کی اعانت اور باطل کا ازالہ کریں۔

علم کے حصول سے ایک فریضہ یہ بھی عائد ہوتا ہے کہ اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے اور کسی کو دھوکا نہ دے، صرف پیٹ پالنا تو جانوروں کا کام ہے علم کا مقصد یہ ہے کہ انسان کسبِ معاش کا وہ صحیح طریقہ اختیار کرے جس کو اسلام نے حلال کیا ہے۔ حرام اور منع کئے ہوئے طریقوں سے اجتناب کرے، آج سب سے بڑا مسئلہ حلال و حرام میں فرق کرنے کا ہے، حلال و حرام میں تمیز نہ کرنے کی وجہ سے ہمارے بہت سے اہل علم، بظاہر تقویٰ و طہارت والے، صوم و صلوة کے پابند بلکہ علم و عمل کے مقتدا سب کے سب اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے سارے اچھے نیک اعمال کے فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں، محض اس وجہ سے کہ وہ بعض حرام مروجہ طریقہ کسب کو حرام نہیں سمجھتے اور اپنی غفلت کی وجہ سے حرام کے ارتکاب سے

باز نہیں رہتے۔ اس لئے آج کسی چیز میں برکت نظر نہیں آتی۔ ہر طرف اقتصادی بد حالی ہے اور ہر ایک اپنی ناداری اور زبوں حالی کا رونا روتا ہے۔

اگر علم والے صحیح طور سے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کریں تو ہمارے طلبہ و طالبات دنیاوی اور دینی علوم میں دوسری ترقی یافتہ قوموں سے کسی طرح پیچھے نہ رہیں، کیونکہ ان کا دھیان علم کی تحصیل پر مرکوز ہوگا۔ اور ہر ایک کی کوشش یہ ہوگی کہ وہ نمایاں سے نمایاں تر کامیابی حاصل کرے، ہمارے معلمین ان کی مدد کرنے سے جی نہ چرائیں گے کہ اپنے شاگردوں کو ہمہ تن متوجہ پائیں گے اور ان کی علمی کاوشوں سے نئی ایجادات ہماری خدمات میں بڑی مدد و معاون ثابت ہوں گی، ذہنی افکار میں ترقی ہوگی، علمی معیار میں اضافہ ہوگا اور انسانی حیات کے ہر شعبے میں نہایت عمدہ نتائج نمودار ہوں گے۔

آج دنیا کی قومیں خلوص و محنت کی بدولت ہر طرح ترقی حاصل کر رہی ہیں۔ جاپانی، چینی، روسی اور امریکی اقوام کے علاوہ دوسری برسر اقتدار قوموں کی کامیابی کی کلید یہی محنت اور تندہی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لیس للانسان الا ما سعى، انسان کو اس کی محنت کا پھل ہی ملتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے 'انسان' کہا ہے 'مسلمان' نہیں مطلب یہ کہ اگر کوئی مسلمان ہوتے ہوئے بھی محنت نہیں کرتا اور اللہ کو ملتے ہوئے اس کی نافرمانی کرتا ہے تو پھر کیونکر اچھے نتائج کی امید کر سکتا ہے؟

آخر میں ایک بار پھر کامیاب طلبہ و طالبات کو مبارکباد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ کو اور ہر علم والے اور ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے کہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کر دے اور اپنے علم سے پورا پورا فائدہ اٹھائے، اللہ تعالیٰ کی صحیح بندگی کرے اور اس کے بندوں کو آزاد پہنچانے سے باز آجائے۔ اس طرح وہ اسلامی معاشرے کا جانباز مجاہد بنے اور اپنے اپنے پڑوسیوں اور اپنے لوگوں یعنی بنی نوع انسان کا بہترین خدمت کار بن جائے اور اللہ بزرگ و برتر اس کا لچ کے وابستگان کی ہماری اور آپ سمجھوں کی مساعی کو بار آور و شمر دار بنائے۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین